Regd. No. L. 5254

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴

اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ
عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

روزنامہ الفضل ربوہ

۱۷ ربیع الاول ۱۳۷۵ھ

فی پرچہ ۱

یوم پنجشنبہ

جلد ۴۴/۹ ★ ۳ نبوت ۱۳۳۴ ہش ★ ۳ نومبر ۱۹۵۵ء ★ نمبر ۲۵۵

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی صحت کے متعلق اطلاع

— طبیعت اچھی ہے الحمد للہ —

ربوہ ۲ نبوت۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے آج صبح صحت دریافت کرنے پر فرمایا:۔

طبیعت اچھی ہے الحمد للہ

احباب حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت و سلامتی اور درازیٔ عمر کے لئے التزام سے دعائیں جاری رکھیں۔

نخلستان براہیمی کا جھگڑا صحرائے عرب کے دوسرے حصوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے سکتا ہے

اگر پُرامن ذرائع سے تصفیہ نہ ہوا تو میرا ملک اس قضیہ کو طاقت کے ذریعہ حل کرنے کو تیار ہے — سعودی سفیر برائے امریکہ کا بیان

واشنگٹن ۲ نومبر۔ سعودی عرب نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ نخلستان براہیمی کے بارے میں سعودی عرب اور برطانیہ کے درمیان جو جھگڑا چل رہا ہے۔ ممکن ہے کہ وہ صحرائے عرب کے دوسرے حصوں میں بھی پھیل جائے۔ کل سعودی سفیر برائے امریکہ نے یہاں ایک بیان میں کہا سعودی عرب اور برطانیہ کے زیر اثر علاقوں کی سرحدیں دو ہزار میل تک ملتی ہیں۔ اس لئے یہ سارے علاقے اس جھگڑے سے متاثر ہو سکتے ہیں۔ انہوں نے اس امر کی طرف بھی اشارہ کیا۔ کہ اگر پُرامن ذرائع سے تصفیہ نہ ہو سکا۔ تو میرا ملک اس قضیہ کو طاقت کے ذریعہ حل کرنے کو بھی تیار ہے۔ اس سے قبل۔ خبر آ چکی ہے۔ کہ برطانیہ اور سعودی عرب دونوں ہی نے اس قضیہ کے پُرامن تصفیہ کے لئے سلامتی کونسل میں ایک دوسرے کے خلاف شکایت کی ہے۔ لیکن دونوں میں سے کسی نے بھی کونسل کا فوری اجلاس طلب کرنے کا مطالبہ نہیں کیا ہے۔ سعودی عرب کے سفیر برائے امریکہ نے کل بتایا کہ میری حکومت ماہ رواں میں اس بات کے متعلق فیصلہ کریگی کہ کونسل کا اجلاس فوری طور پر طلب کرنے کا مطالبہ کیا جائے یا نہیں۔

مغربی پاکستان کے سیلاب زدگان کی امداد کیلئے لجنہ اماء اللہ اور مجلس خدام الاحمدیہ کراچی کی طرف سے کپڑوں کی مزید کھیپ

— بھجوائی جا رہی ہے —

کراچی ۳۱ اکتوبر (بذریعہ تار) مکرم مرزا عبد الرحیم بیگ صاحب قائم مقام محی مجلس خدام الاحمدیہ کراچی بذریعہ تار مطلع فرماتے ہیں۔ کہ سیلاب زدگان کی امداد کے لئے لجنہ اماء اللہ اور مجلس خدام الاحمدیہ کراچی کی طرف سے ۲۰۰ کپڑوں کی ایک اور قسط عنقریب بھجوائی جا رہی ہے۔ خدام اور لجنہ اماء اللہ کی ممبرات مزید کپڑے وغیرہ اکٹھے کرنے میں کوشاں ہیں۔

یاد رہے مجلس خدام الاحمدیہ کراچی اس سے قبل کثیر تعداد میں کپڑے بھیجنے کے علاوہ سیلاب زدگان کی امداد کے لئے ایک ہزار روپے بھی ارسال کر چکی ہے۔

بیرونی ممالک کے لئے ربوہ سے مبلغین اسلام کی روانگی

ربوہ ۲ نومبر۔ کل مورخہ یکم نومبر ۱۹۵۵ء کو حسب ذیل مبلغین اسلام بیرونی ممالک جانے کے ارادہ سے ربوہ سے روانہ ہوئے۔ (۱) مکرم چوہدری عطاء اللہ صاحب مبلغ برائے ڈچ گی آنا (۲) مکرم رحیم بخش صاحب مبلغ برائے برٹش گی آنا (۳) مکرم عارف نعیم صاحب معہ اہل و عیال ان میں سے مکرم چوہدری عطاء اللہ صاحب اور مکرم عارف نعیم صاحب ساڑھے بارہ بجے دن کو بذریعہ بس لاہور روانہ ہوئے۔ جہاں سے وہ کراچی جائیں گے۔ مکرم مولوی غلام احمد صاحب بشیر مبلغ ہالینڈ کے اہل و عیال بھی آپ کے ہمراہ ہیں۔ اور مکرم رحیم بخش صاحب جو کئی سال تک مرکز سلسلہ میں دینی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنے وطن برٹش گی آنا واپس جا رہے ہیں۔ کل صبح پانچ بجے بذریعہ ریل سرگودھا روانہ ہوئے۔ جہاں سے وہ چناب ایکسپریس کے ذریعہ کراچی پہنچیں گے۔

احباب ربوہ نے کثیر تعداد میں جمع ہو کر دلی دعاؤں کے ساتھ مبلغین کرام کو رخصت کیا۔ وہ سب ۵ نومبر کو "کیلیڈونیا" نامی جہاز کے ذریعہ انگلستان روانہ ہو رہے ہیں اور وہاں سے مختلف ملکوں میں تبلیغ اسلام کے لئے روانہ ہوں گے۔ احباب کرام ان کے بخیریت پہنچنے اور حصول مقصد میں کامیابی کے لئے دعا فرمائیں۔

اخبار احمدیہ

لاہور ۳۰ اکتوبر (بذریعہ ڈاک) حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی کی صحت کے متعلق لاہور سے آمدہ اطلاع مظہر ہے کہ اعصابی بے چینی کی تکلیف بدستور چل رہی ہے۔ جو بہت پریشانی کا موجب ہوتی ہے۔ احباب صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے التزام سے دعائیں جاری رکھیں۔

— سیدہ امّ مظفر صاحبہ (بیگم حضرت مرزا بشیر احمد صاحب) کا لاہور میں علاج شروع ہے۔ کئی ٹسٹ ہو چکے ہیں۔ اور بعض ہونے والے ہیں۔ انہیں ٹانگ میں شدید درد اور سخت گھبراہٹ کے دورے پڑتے ہیں۔ اگرچہ بعض دوائیوں کے وقتی اثر کے نتیجہ میں کل سے درد میں کچھ کمی ہے۔ گو گھبراہٹ بدستور ہے اور کمزوری بھی بہت ہے۔ احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو شفائے کامل و عاجل عطا کرے آمین۔

ضروری اعلان

— از مکرم غلام محمد صاحب اختر ناظر اعلیٰ ربوہ۔

احباب جماعت احمدیہ نے عموماً اور سیلاب زدہ علاقہ کے تمام احمدیوں نے خصوصاً اور خاص کر ڈاکٹر صاحبان نے دن رات وقف کر کے سیلاب زدگان کی ہر طرح مدد کرتے ہوئے بہت محبت ایثار اور جوش سے کام کیا ہے جس کے لئے سب احباب کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے جزاھم اللہ خیراً — جماعت نے اس نیک کام میں حصہ لے کر خدمت خلق کے جذبہ کا ثبوت دیا ہے کہ ان کے دل میں مصیبت زدگان کے لئے کیا درد ہے۔ انہوں نے اپنے عمل سے اپنے آقا سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کی ہے۔ اس ضمن میں ایک ضروری خدمت احباب کے ذمہ ہے کہ سردی کے ایام میں ان بے کس بے بس اور بے گھر لوگوں کے لئے بستروں اور پہننے کے کپڑوں کی اشد ضرورت ہے۔ حضور نے ارشاد فرمایا ہے کہ دوست فوری طور پر کوشش کر کے جس قدر بستر اور کپڑے فراہم کر سکتے ہوں کر کے ناظر [illegible] کو اطلاع دیں تاکہ ان کی تقسیم کا فوری انتظام کیا جائے۔

زائرین ربوہ کی خدمت میں التماس

— از حضرت مرزا شریف احمد صاحب۔ ایڈیشنل ناظر دعوۃ و تبلیغ —

ایسے دوست جو ربوہ دیکھنے کی غرض سے یہاں آتے ہیں۔ بوجہ ناواقفیت صحیح معلومات حاصل نہیں کر سکتے۔ ایسے نووارد دوست مہربانی کر کے مندرجہ ذیل مقامات میں سے کسی ایک جگہ تشریف لے آئیں۔ ضروری معلومات بہم پہنچانے میں ان کی حتی الامکان مدد کی جائے گی۔

(۱) اڈہ لاری کے نزدیک مہمانخانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں انچارج صاحب احمدیہ دار المطالعہ کو ملیں

(۲) دفاتر صدر انجمن احمدیہ (دفتری اوقات کے اندر) نظارت دعوۃ و تبلیغ میں تشریف لائیں۔

(۳) احمدیہ دار المطالعہ گول بازار (دار المطالعہ سارا دن کھلا رہے گا)

ایڈیٹر:۔ روشن دین تنویر بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی

مسعود احمد پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر الفضل ربوہ سے شائع کیا

روزنامہ الفضل ربوہ
مورخہ ۳ نومبر ۱۹۵۵ء

عذاب

ذیل میں ہم ہفت روزہ "الاعتصام" لاہور مورخہ ۲۸ اکتوبر ۱۹۵۵ء میں مولانا عبدالقادر صاحب حصاری کا ایک مضمون جو زیر عنوان "یہ سیلاب عذاب الٰہی ہے اور ہمارے گناہوں کا نتیجہ ہے" شائع ہوا ہے بجنسہٖ نقل کرتے ہیں۔

اس مضمون سے مضمون نگار صاحب نے سیلاب کی تباہ کاریوں کو عذاب الٰہی بتایا ہے۔ اور بتایا ہے۔ کہ یہ عذاب ہمارے گناہوں کی وجہ سے آیا ہے۔ اور اس سے پہلے ۱۹۴۷ء میں جو خون آشامی ہوئی تھی۔ وہ بھی ہمارے گناہوں کی وجہ سے عذاب الٰہی ہی تھا۔ مضمون حسب ذیل ہے:۔

"موجودہ سیلاب جو مختلف دریاؤں اور نہروں اور بارشوں کی وجہ سے پاکستان و ہندوستان کی سرزمین میں آیا ہے۔ اور اس نے انسانی آبادی اور زراعت میں جو تباہی مچائی ہے۔ اور اس سے بے شمار جانی و مالی نقصانات ہوئے ہیں۔ وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ ملکی اور مذہبی اخبارات نے تمام حالات اور کیفیات ظاہر کر دی ہیں۔ ہر دو ملکوں کے جن اضلاع میں سیلاب کے واقعات رونما ہوئے ہیں۔ ان کی اطلاع کر دی گئی ہے۔ اور ساری دنیا میں یہ خبر شائع ہو گئی ہے ابھی ۱۹۴۷ء کے صدمات اور مصائب فراموش نہ ہوئے تھے۔ کہ ۱۹۵۵ء نے دوبارہ مصیبت عظمیٰ اور قیامت صغریٰ قائم کر دی ہے جس سے پہلے سے بھی زیادہ حیرانی اور پریشانی ملک میں پھیل گئی ہے۔ دلوں پر دہشت و وحشت طاری ہے۔ لوگ غم و رنج میں مبتلا ہیں۔

آخر یہ کیوں ہوا؟
اور کیوں ہو رہا ہے؟

جواب صاف ہے۔ "یہ ہمارے گناہوں کا بدلہ اور جرائم کی سزا ہے"

قرآنی آیات اور سابقہ امتوں کے واقعات اور احادیث نبویؐ ارشادات سے یہ واضح و لائح ہے۔ کہ جب انسانی آبادی اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں اور گناہوں میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی گرفت اور عذاب سے بے خوف ہو کر بغاوت اور سرکشی پر اتر آتی ہے۔ اور علماء و واعظین کی نصائح اس پر کچھ اثر نہیں کرتیں۔ تو اللہ تعالیٰ ان کو اچانک پکڑ لیتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:۔

فلما نسوا ما ذکروا بہٖ فتحنا علیھم ابواب کل شیء حتیٰ اذا فرحوا بما اوتوا اخذناھم بغتۃ فاذا ھم مبلسون۔

جو نصیحت انہیں کی گئی تھی۔ جب وہ اس کو فراموش کر بیٹھے۔ تو ہم نے بھی ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے۔ یہاں تک کہ جو کچھ دیئے گئے تھے۔ اس پر وہ اترانے لگے۔ تو ہم نے ان کو یکایک پکڑ لیا۔ تو وہ ایکدم ناامید ہو گئے۔

اس میں کچھ شک نہیں ہے۔ کہ اس سے پہلے ہم پر جو خونی انقلاب برپا ہوا تھا۔ وہ بھی عذاب الٰہی تھا۔ اور اس سے بھی ہم لوگ فقر۔ فاقہ تنگی ترشی۔ جانی و مالی نقصان۔ بیماریوں اور دکھ دردوں میں مبتلا ہوئے تھے۔ لیکن پھر بھی ہم نے اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں گریہ و زاری نہ کی۔ عاجز ہو کر اس کے سامنے نہ جھکے۔ اور اللہ سے ڈر کر دامن الٰہی کو نہ پکڑا۔ اس کے احکام کی پابندی نہ کی۔ اور اس کے نازل کردہ قوانین کو ملک میں نافذ نہ کیا۔ بلکہ اس قانون کے پیش کرنے والوں کو جیلوں میں ٹھونس دیا۔ اور دل اتنے سخت ہو گئے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے نصائح کا نہ صرف یہ کہ اثر نہ ہوا۔ بلکہ ان کو بالکل نظرانداز کر دیا گیا۔ شرک۔ بدعت۔ ظلم۔ عداوت۔ باہمی ضد۔ تعصب۔ سرکشی۔ زنا۔ بے حیائی کے کام اور گانا بجانا سب برے کام شیطان نے بھلی صورتوں میں ہم کو دکھائے۔ اور ہم کتاب و سنت سے مذاق کرنے لگے۔

تب اللہ تعالیٰ نے ہم کو ڈھیل دے دی۔ ہمیں ہر طرح کا رزق دیا۔ اور اموال میں ہر طرح کی کشادگیاں پیدا کر دیں۔ یہاں تک کہ ہم مال۔ اولاد۔ رزق۔ جائیداد۔ ملک گیری۔ حکومت کی وسعت پر پھولنے لگے۔ اور غریبوں اور مسکینوں کو حقیر جان کر ان پر ظلم کرنے لگے۔ ہم پر ہر طرح کی غفلت چھا گئی۔ ہم حقوق اللہ اور حقوق العباد سے بالکل بے پروا ہو گئے۔

تو اللہ تعالےٰ نے ہم کو ناگہاں پکڑ لیا۔ زمین اور آسمان کو حکم دے دیا۔ کہ پانی کے دہانے کھول دیں۔ اور نافرمان ملکوں پر سیلاب لا کر طوفان بپا کر دیں۔ اور ایسی تباہی مچائیں۔ کہ لوگ اپنی جانوں اور مالوں کے بچاؤ سے بالکل مایوس ہو جائیں۔ پھر جو لوگ اس عذاب سے محفوظ رہ جائیں۔ ان پر قحط۔ گرانی اور دیگر مصائب نازل کریں۔ کہ ان کی زندگی تلخ ہو جائے۔ اور وہ پریشانی میں مبتلا ہو جائیں۔ سو ایسا ہی ہوا۔ اور ہو رہا ہے۔ پہلی قوموں کے حالات کے متعلق قرآن نے کہا ہے:۔

فلما اسفونا انتقمنا منھم۔

جب انہوں نے ہم کو ناخوش کیا۔ تو ہم نے ان سے بدلہ لیا۔

اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ نافرمانیاں کر کے اللہ تعالیٰ کو ناخوش کرنا انتقام کا سبب ہے۔ ارشاد ہے:۔

اس شخص سے بڑا ظالم کون ہے۔ کہ جس کو اللہ تعالیٰ کی آیات سے نصیحت کی جائے۔ اور وہ بے پروا ہو کر اس سے اعراض کر جائے۔ تو ہم ایسے مجرموں سے بدلہ لینے والے ہیں۔ دکورہ سورۃ کسی مقام پر ایک قوم کی بابت یہ تبلایا ہے:۔

فلما عتوا عما نھوا عنہ قلنا لھم کونوا قردۃ خاسئین۔ یعنی جب انہوں نے سرکشی اختیار کی اس چیز سے کہ وہ اس سے منع کئے گئے تھے۔ تو ہم نے ان کو حکم دیا۔ کہ تم بندر ذلیل بن جاؤ۔ (وہ فوراً بن گئے)

اس سے ثابت ہوا۔ کہ خدا تعالےٰ کے احکام سے سرکشی کرنا موجب عذاب ہے۔ اور اسی سبب سے ان کو سزا ملی۔ پس اب ہمارے ملک کو بھی اسی سبب سے سزا مل رہی ہے۔ ارشاد ہے:۔

ظھر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس۔ یعنی ظاہر ہو گیا بگاڑ جنگلوں اور بستیوں میں بہ سبب ان اعمال کے جو لوگوں کے ہاتھ کر رہے ہیں۔

ایک جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم ویعفو عن کثیر۔ جو مصیبت تم پر آتی ہے۔ وہ تمہارے اعمال کا سبب ہے۔ اور بہت سی باتوں کو تو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتے ہیں۔ اگر ہر گناہ پر ہر انسان کو اللہ تعالیٰ فوراً پکڑ لے تو کوئی فرد بھی روئے زمین پر زندہ نہ رہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:۔

ولو یؤاخذ اللہ الناس بظلمھم ما ترک علیھا من دابۃ ولکن یؤخرھم الیٰ اجل مسمی۔ ترجمہ:۔ اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے ظلم کے سبب سے پکڑے۔ تو زمین پر چلنے والا کوئی بھی نہ رہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ ان کو ایک وقت مقرر تک مہلت دیتا ہے۔

(ہفت روزہ الاعتصام لاہور مورخہ ۲۸ اکتوبر ۱۹۵۵ء)

اگرچہ یہ مضمون نامکمل ہے۔ مگر پھر بھی فاضل مضمون نگار نے قرآن کریم کی آیات پیش کر کے ثابت کیا ہے۔ کہ ایسے عذاب اسی وقت آتے ہیں۔ جب لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں۔ خاصکر جبکہ ان پر اتمام حجت بھی ہو جائے۔ اور وہ نسوا ما ذکروا بہٖ۔ یعنی جو نصیحت ان کو کی گئی تھی۔ جب وہ اس کو فراموش کر بیٹھیں۔ تو اللہ تعالےٰ عذاب کے دروازے کھول دیتا ہے۔

قرآن کریم میں اس امر کو جا بجا واضح کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے ہمیں قیامت تک رہنے والی نصیحت (قرآن کریم) عطا کی ہے۔ مگر ہم اس کو فراموش کر بیٹھے ہیں۔ اور آج سے نہیں بلکہ ایک مدت سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کر رہے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ کے ایک بندہ نے آج سے پچاس ساٹھ سال پہلے ہمیں ان قرآنی وعیدوں کی طرف توجہ دلا کر نیکی کی طرف آنے کی دعوت دی۔ اور نہایت پُر زور لفظوں میں بتایا کہ اگر یہ نافرمانیاں جاری رہیں۔ تو اللہ تعالےٰ کا عذاب آئیگا۔ چنانچہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چند الفاظ ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں:۔

"یاد رہے۔ کہ خدا نے مجھے عام طور پر زلزلوں کی خبر دی ہے۔ پس یقیناً سمجھو۔ کہ جیسا کہ پیشگوئی کے مطابق امریکہ میں زلزلے آئے۔ ایسا ہی یورپ میں بھی آئے۔ اور نیز ایشیا کے مختلف مقامات میں آئیں گے۔ اور بعض ان میں قیامت کا نمونہ ہوں گے۔ اور اس قدر موت ہوگی۔ کہ خون کی نہریں چلیں گی۔ اس موت سے پرند چرند بھی باہر نہیں ہوں گے۔ اور زمین پر اس قدر سخت تباہی آئے گی۔ کہ اس روز سے کہ انسان پیدا ہوا۔ ایسی تباہی کبھی نہیں آئی ہوگی۔ اور اکثر مقامات زیر و زبر ہو جائیں گے۔ کہ گویا ان میں کبھی آبادی نہ تھی۔ اور اس کے ساتھ اور بھی آفات زمین و آسمان میں ہولناک صورت میں پیدا ہوں گی۔ یہاں تک کہ ہر ایک عقلمند کی نظر میں وہ باتیں غیر معمولی ہو جائیں گی۔ اور ہیئت اور فلسفہ کی کتابوں کے کسی صفحہ میں ان کا پتہ نہیں ملے گا۔ تب انسانوں میں اضطراب پیدا ہوگا۔ کہ یہ کیا ہونے والا ہے۔ اور بہتیرے نجات پائیں گے۔ اور بہتیرے ہلاک ہو جائیں گے وہ دن نزدیک ہیں۔ بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ دروازے پر ہیں۔ کہ دنیا ایک قیامت کا نظارہ دیکھے گی۔ اور نہ صرف زلزلے بلکہ اور بھی ڈرانے والی آفتیں ظاہر ہوں گی۔ کچھ آسمان سے اور کچھ زمین سے۔ یہ اس لئے کہ نوع انسان نے اپنے خدا کی پرستش چھوڑ دی ہے۔ اور تمام دل اور تمام ہمت اور تمام خیالات سے دنیا پر ہی گر گئے ہیں۔ اگر میں نہ آیا ہوتا۔ تو ان بلاؤں میں کچھ تاخیر ہو جاتی۔ پر میرے آنے کے ساتھ خدا کے غضب کے وہ مخفی ارادے جو ایک بڑی مدت سے مخفی تھے۔ ظاہر ہو گئے۔ جیسا کہ خدا نے فرمایا وما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولاً اور توبہ کرنے والے امان پائیں گے۔ اور وہ جو بلا سے پہلے ڈرتے ہیں ان پر رحم کیا جائیگا

(باقی صفحہ ۷ پر)

جلسہ سالانہ ۱۹۵۴ء کے مبارک اجتماع میں

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کا احباب جماعت سے خطاب

قومی اخلاق کو درست کئے بغیر دنیا میں کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی

محنت۔ قربانی اور دیانت کو اپنا شعار بناؤ

فرمودہ ۲۷ دسمبر ۱۹۵۴ء

قسط ہشتم

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے ۲۷ دسمبر ۱۹۵۴ء کو جلسہ سالانہ میں جو تقریر فرمائی تھی۔ اس کی ذیل میں آخری قسط پیش کی جا رہی ہے۔ یہ تقریر صیغہ زود نویسی اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے۔ سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز اس پر نظر ثانی نہیں فرما سکے۔ خاکسار محمد یعقوب مولوی فاضل

فرمایا۔

ایک بات جس کو اب میں ختم تو نہیں کر سکتا۔ لیکن اس کی ابتدائی چند باتیں بتا دیتا ہوں یہ ہے کہ جیسا کہ میں نے شروع میں کہا تھا۔

جماعتی طور پر اخلاقی سبق

میں ہر دفعہ جلسہ کے موقعہ پر کچھ نہ کچھ بیان کر دیتا ہوں۔ لیکن وہ سارے کا سارا اچھا ہوا بیکار چلا جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک گر بتایا تھا۔ کہ جب رمضان آئے تو انسان یہ عہد کرے۔ کہ ایک بدی میں چھوڑ دوں گا۔ اور ایک نیکی میں اختیار کر لوں گا۔ باقیوں کو جانے دے۔ اگر وہ ایسا کرے تو آپ فرماتے ہیں کہ تھوڑے دنوں میں ہی ایک بڑی طاقت اس کے اندر پیدا ہو جائے گی۔ بیس بیس سال میں دس بیس اہم بدیاں ایسی ہو جائیں گی۔ جن کو وہ چھوڑنے والا ہو گا۔ اور دس بیس اخلاق ایسے پیدا ہو جائیں گے جن کو وہ کرنے والا ہو گا۔

میری خلافت پر

ہی چالیس سال گزر چکے ہیں۔ اگر چالیس سال میں ہی ہر سال تم ایک خلق اختیار کر لیتے۔ تو چالیس اخلاق تمہارے اندر پیدا ہو جاتے۔ اور تم سمجھتے ہو کہ چالیس اخلاق کی کتنی بڑی طاقت ہوتی ہے۔ درحقیقت اتنی بڑی طاقت کا مقابلہ کرنا دنیا کے لئے بڑا ناممکن ہوتا ہے لیکن افسوس تو یہ ہے۔ کہ لوگ آئے۔ اور لوگوں نے سنا۔ اور چلے گئے۔ اور کسی نے عمل نہیں کیا۔ کسی نے پرواہ نہیں کی۔ کہہ دیا کہ بڑی اچھی تقریر ہوئی ہے۔ یا یہ کہہ دیا کہ آج تو بڑی لمبی تقریر ہو گئی۔ مثانہ پھٹنے لگا تھا۔ کسی نے کہہ دیا کہ میری تو طبیعت خراب

تھی۔ میں تو اٹھ کر چلا گیا تھا۔ اس سے آگے بات ختم ہو جاتی ہے۔ پھر فائدہ کیا ہوا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں

ترقی کی اصل وجہ

یہی تھی کہ لوگ جو بات سنتے تھے اس کو پکڑ لیتے تھے۔ اور پھر اس کو اتنی انتہا تک پہونچاتے تھے کہ ہر دیکھنے والا شخص سمجھتا تھا کہ یہ بات اس کے اندر راسخ ہو گئی ہے۔ بہرحال یہ یاد رکھو کہ سب سے مقدم چیز انسانی اعمال میں اخلاق قومی ہوتے ہیں۔ جب تک قوم میں اخلاق پیدا نہ ہو جائیں۔ اس وقت تک نہ دین درست ہوتا ہے نہ دنیا درست ہوتی ہے۔ میں کہتا ہوں جیسے ابھی میں نے ایک اور مسئلہ پر بھی کہا تھا۔ کہ تم یہ تو سوچو کہ قرآن کریم نے

اخلاق فاضلہ

کے سیکھنے کی نصیحت کی ہے۔ تم یہ جانے دو کہ میں تمہیں اخلاقِ فاضلہ کی جو تعبیر بتاتا ہوں تم کہو وہ غلط ہے۔ تم یہ جانے دو کہ وہ اخلاقِ فاضلہ جن کو میں اخلاقِ فاضلہ قرار دیتا ہوں ان کے متعلق تم کہہ دو کہ یہ غلط ہیں۔ یہ نہیں ہیں اخلاقِ فاضلہ۔ پر آخر یہ تو

قرآن کریم سے پتہ لگتا ہے

کہ تقوےٰ ایک چیز کا نام رکھا گیا ہے۔ اور بعض کاموں کے متعلق بتایا گیا ہے۔ کہ وہ اچھے ہیں۔ مثلاً بتایا گیا ہے کہ مومن سچ بولتے ہیں۔ بتایا گیا ہے کہ مومن متکبر نہیں ہوتے بتایا گیا ہے کہ مومن مسرف نہیں ہوتے۔ یہ بتایا گیا ہے کہ متقی انصاف کرنے والے ہوتے ہیں۔ یہ بتایا گیا ہے کہ وہ سچی شہادت دینے والے ہوتے ہیں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ وہ چوری نہیں کرتے۔ ڈاکہ نہیں مارتے زنا نہیں کرتے۔ اسی طرح اور کئی باتیں نہیں

کرتے۔۔ اب تم مجھ سے کتنا بھی اختلاف کر لو

ساری دنیا سے اختلاف

کر لو۔ کہو سچ کے معنے جو تم کرتے ہو غلط ہیں یہ نہیں سچ کے معنے۔ تم یہ کہہ سکتے ہو۔ کہ اخلاق فاضلہ کا کوئی لفظ ہی قرآن کریم میں نہیں ہے۔ تم نے اپنے پاس سے بنایا ہے پر کچھ نہ کچھ تو قرآن نے کہا ہے۔ یا نہیں کہا یہ تو تم مانو گے۔ صدق کے معنے یا سداد کے معنے جو میں کرتا ہوں۔ یا کوئی اور کرتا ہے۔ تم کہہ دو یہ غلط ہیں۔ ہم تو اس کو نہیں مانتے۔ پر آخر

صدق کا لفظ

قرآن کریم میں آیا ہے۔ اور کوئی معنے اس کے کرنے پڑیں گے۔ یہ تو نہیں کہنا پڑے گا۔ کہ یونہی بے معنے لفظ بول دیا گیا ہے سداد کا لفظ قرآن کریم میں آیا ہے۔ کوئی تو اس کے معنے کرنے پڑیں گے۔ تو میں کہتا ہوں۔ جو بھی معنے تم کرتے ہو۔ تم یہ بتا دو کہ تم نے جو معنے کئے ہیں۔ اس پر عمل شروع کر دیا ہے۔ تو بس میری تسلی ہو جائے گی میں یہ نہیں کہتا۔ کہ تم وہ معنے کرو۔ جو میں کہتا ہوں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تم وہ معنے کرو جو غزالی کرتا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تم وہ معنے کرو جو شاہ ولی اللہ کرتے تھے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تم وہ معنے کرو جو محمد بیگ کرتے ہیں۔ ان سب کو چھوڑ دو۔ تم وہ معنے کرو۔ جو تم کرتے ہو۔ اور پھر تم بتا دو کہ اس میں سے اتنی پرسنٹیج (Percantage)

اخلاق پر ہم قائم ہو گئے ہیں

جب تم یہ بتا دو گے۔ تو میرے لئے اتنا ہی جواب کافی ہو گا۔ میں پھر مزید بحث نہیں کروں گا

لیکن اگر تم نہ میرے معنے سنو نہ اپنے معنے سنو نہ غزالی کے معنے سنو۔ نہ شاہ ولی اللہ کے سنو نہ محمد بیگ کے سنو۔ ان میں سے کسی کے بھی نہ سنو۔ اور اس کے بعد یہ بھی کہو۔ کہ ہم قرآن پر عمل کرنا چاہتے ہیں۔ یا کرتے ہیں یا کوشش کرتے ہیں۔ تو یہ فضول اور بے معنے بات ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اخلاقِ فاضلہ کے بغیر نہ دین درست ہو سکتا ہے۔ اور نہ دنیا درست ہو سکتی ہے۔ یورپ اور امریکہ کی ترقی نہ تو سائنس کی وجہ سے ہوئی ہے۔ نہ گولہ بارود کی وجہ سے ہوئی۔ بلکہ اس کی ترقی محض اخلاق کی وجہ سے ہوئی ہے۔ میرے سے ابھی

ایک واقعہ سنایا تھا

کہ ایک نوجوان ڈاکٹر یورپ سے آیا۔ اور اس نے آ کے بڑے ڈرتے ڈرتے اور شرماتے شرماتے مجھ سے پوچھا کہ ایک بات میں نے وہاں عجیب دیکھی ہے۔ میں نے پوچھا کیا دیکھی ہے۔ اس نے کہا یہ دیکھی ہے کہ ان کے اخلاق ہم سے اچھے ہیں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ہمیں اسلام سکھایا جاتا ہے۔ مسلمان کہا جاتا ہے۔ لیکن اخلاق تو ان کے اچھے ہیں۔ اور یہ واقعہ ہے۔

انگریزی عدالتوں میں

پہلے جاؤ اور وہاں ان کے واقعات دیکھو۔ جج پوچھتا ہے تم نے یہ جرم کیا ہے۔ وہ کہتا ہے ہاں کیا ہے۔ پھر پوچھتا ہے تم فلاں جگہ پر تھے۔ وہ کہتا ہے جی ہاں ہماری عدالت میں چلے جاؤ۔ چور کو پولیس والے عین سیندھ کے اوپر سے پکڑ کے لاتے ہیں۔ اور جج پوچھتا ہے۔ تم

وہاں نفے وہ کہتا ہے جی میں تو اس محلہ میں تھا ہی نہیں۔ وہ پوچھتا ہے۔ تم کہاں تھے وہ کہتا ہے میں تو فلاں شہر میں تھا۔ پھر وہ پوچھتا ہے۔ ارے پولیس نے تم کو وہاں سے نہیں پکڑا وہ کہتا ہے۔ جھوٹ ہے ان کو مجھ سے فلاں پرانی عداوت تھی اس کی وجہ سے یہ مجھے پکڑ کرلے آئے ہیں۔ غرض شروع سے کر آخر تک تمام

جھوٹ ہی جھوٹ چلتا چلا جاتا ہے

اور وہاں کو مجرم اپنے بچاؤ کی بھی کوشش کرتا ہے۔ ٹرک بھی کرتا ہے۔ لیکن غیر ضروری ٹرک نہیں کرتا۔ اور یہاں غیر ضروری جھوٹ بولا جاتا ہے۔ مثلاً چوری کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں کہ اس نے اس وقت کالا کوٹ پہنا ہوا تھا یا لال لیکن وہ اگر کہیں گے کہ کالا کوٹ پہنا ہوا تھا۔ تو یہ کہے گا نہیں۔ میں نے تو لال پہنا ہوا تھا۔ یا مثلاً وہ کہہ دیں گے۔ تمہارے ہاتھ میں چھڑی تھی اب اس کا چوری کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ بھلا چوری کا چھڑی سے کیا تعلق ہے۔ لیکن یہ کہے گا نہیں۔ میرے ہاتھ میں چھڑی نہیں تھی۔ میرے ہاتھ میں قرآن شریف تھا۔ غرض وہ غیر ضروری جھوٹ جس کا مقدمہ کے ساتھ کوئی بھی تعلق نہیں ہوتا۔ وہ بھی بولتا ہے۔ اور ہر بات میں ان کی تردید کرتا جائے گا۔ اور کہے گا یہ نہیں یہ تھا۔ لیکن

یورپ میں چلے جاؤ

وہ سو میں سے ننانوے باتیں مان لے گا۔ کوئی ایک اپنی جان بچانے کے لئے بیچ میں ٹرک بھی کر جائے گا۔ باقی سب باتوں کے متعلق کہے گا کہ ٹھیک ہیں۔

اسی طرح سودوں کو دیکھ لو۔ وہ اپنے چھوٹے بڑے سودوں کے متعلق جو بھی وعدہ کریں گے اسے پورا کریں گے۔ لیکن ہمارے ملک میں سودے کر کے دیکھ لو سب باتوں میں جھوٹ شروع ہو جائے گا۔

مجھے یاد ہے

ایک دفعہ میں کشمیر گیا۔ وہاں ایک قسم کی قالین بنتی ہے۔ جو اونی ٹکڑے کاٹ کاٹ کے اور پھر ان کو سی کر بناتے ہیں۔ اور اس کو گابا کہتے ہیں۔ اس میں وہ مختلف رنگ کے ڈھبے لگتے ہیں۔ کوئی سبز رنگ لیا۔ کوئی زرد رنگ لیا۔ کوئی سرخ رنگ لیا۔ کوئی نیلا رنگ لیا۔ کوئی سفید لے لیا اور پھر اس کے ٹکڑے کاٹ کے اور خوبصورت ڈیزائن بنا کے وہ قالین بنا دیتے ہیں جس کو گابا کہتے ہیں۔ ہمیں یہ دیکھکر پسند

آیا۔ چنانچہ میں نے بھی چاہا کہ یہاں سے دو چار خرید کرلے جائیں۔ اپنے گھروں میں تحفہ دیں گے۔ ایک شخص اسلام آباد میں اس کام کے لئے اچھا مشہور تھا۔ میں نے اس کو جا کے کہا کہ میں یہ قالین پنجاب میں تحفۃً لے جانا چاہتا ہوں۔ تم مجھے اچھے بنا دو۔ اس نے کہا اچھا کچھ پیشگی دے دیں چنانچہ ہم نے کچھ رقم اس کو پیشگی دے دی اور ہم آ گئے پہاڑ پر

سیر کے لئے چلے گئے

میں نے اسے یہ بھی کہا کہ دیکھنا میں جو اس کا میٹر بتاؤں گا۔ یعنی لمبائی چوڑائی بتاؤں گا وہ ٹھیک ہو۔ کیونکہ میں کمروں کے لحاظ سے لے رہا ہوں۔ اس نے کہا بالکل ٹھیک ہوگا جب وہ آئے تو مجھے دیکھتے ہی پتہ لگ گیا کہ وہ ٹھیک نہیں ہیں۔ اور پھر جو ناپ کر دیکھا تو ایک بالشت چوڑائی میں کمی تھی اور ایک بالشت لمبائی میں کمی تھی۔ اب بظاہر تو ایک بالشت معلوم ہوتی ہے۔ لیکن ضرب دو تو بہت بڑا فرق پڑ جاتا ہے۔ میں نے اس کو کہا یہ تو تم نے بڑی دھوکا بازی کی ہے کہ اس کو چھوٹا بنا دیا ہے۔ اس پر اس نے شور مچانا شروع کر دیا کہ میں مسلمان ہوں۔ "میں مسلمان ہوں"۔ میں نے کہا مسلمان تو تم ہوئے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ تمہاری عملی چیز موجود ہے۔ ہمارے ساتھ تمہارا وعدہ تھا یا نہیں کہ اتنے لمبے چوڑے قالین بناؤں گا۔ اور پھر وہ چار آدمیوں کے سامنے یہ بات ہوئی تھی میں نے ان آدمیوں سے کہا کہ بتاؤ تمہارے سامنے اس نے یہ وعدہ کیا تھا یا نہیں۔ انہوں نے کہا ہمارے سامنے وعدہ کیا تھا۔ اس پر میں نے اسے کہا کہ دیکھو تم نے وعدہ کیا تھا وہ اپنے

کشمیری لہجہ میں

کہنے لگا "میں مسلمان ہوندی"۔ کشمیری مرد کو مؤنث بولا کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ کہنے لگا۔ "جی میں مسلمان ہوندی۔ میں مسلمان ہوندی" میری عمر اس وقت کوئی انیس بیس سال کی تھی۔ مجھے اس پر غصہ چڑھے کہ یہ اپنا فعل اسلام کی طرف کیوں منسوب کرتا ہے۔ یہ کہے میں نے ٹھگی کی ہے۔ جانے دو یہ کیوں کہتا ہے کہ میرے مسلمان ہونے کے لحاظ سے میرا یہ حق تھا کہ میں ٹھگی کرتا۔ غرض میں اصرار کروں کہ اسے پورا کرو۔ اور وہ یہی کہتا جائے کہ میں مسلمان ہوں میں مسلمان ہوں۔ گویا اسلام اتنا گر گیا ہے کہ اب یہ سمجھا جاتا ہے۔

کہ مسلمان اگر ٹھگی کرے تو وہ بھی گویا اس کا ایک قسم کا جائز حق ہے۔

پھر ایسے ایسے گند میں مبتلا ہوتے ہیں کہ حیرت آتی ہے

ایک دفعہ

ہم پالم پور گئے وہاں کچھ وقت ہو گئی لیکن بیری وہاں ٹھہرنے کی صلاح تھی میں نے کہا کہ کچھ چارپائیاں یہاں سے سستی سستی بنوا لاؤ۔ پہاڑوں پر بہت سستی چارپائیاں تین تین چار چار روپیہ میں مل جاتی ہیں۔ میں نے کہا چند بنوا لو۔ لوگ نیچے سوتے ہیں۔ انہوں نے ایک دو کاندار کو بنانے کے لئے کہہ دیا اس نے کچھ تو نہ دیں۔ اور کچھ بالکل ہی اوٹ پٹانگ بنا دیں جو سونے کے قابل ہی نہیں تھیں۔ ایک دفعہ ہم موٹر میں جا رہے تھے کہ کسی نے کہا یہ دوکاندار ہے۔ یہ باقی چارپائیاں دیتا بھی نہیں اور جو اس نے بنائی ہیں وہ بھی خراب ہیں۔ میں نے اس کو بلوایا اور کہا۔ دیکھو تم مسلمان ہو۔ تمہیں دیانت سے کام لینا چاہیئے۔ مگر اس پر اس قدر جہالت غالب تھی کہ وہ کہنے لگا تم تو ہمارے خدا ہو۔ خدا نے ہم کو نہیں پالنا تو کس نے پالنا ہے۔ میں نے کہا بے وقوف چارپائی کا سوال تھا۔ اب تو نے مجھے خدا بھی بنا دیا یہ کیا نالائقی ہے کیا تو مسلمان ہے۔ کہنے لگا جی ہاں میں مسلمان ہوں مگر جتنا میں اسکو سمجھاؤں وہ کہے تو آپ کیسی باتیں کرتے ہیں۔ اس نے چونکہ ہندوؤں سے سنا ہوا تھا۔ کہ بت ہوتے ہیں اس نے یہی سمجھنا شروع کر دیا۔ کہ

مذہبی پیشوا اور لیڈر

خدا ہی ہوتا ہے۔ اور مذہبی لیڈر ہونے کے لحاظ سے گویا یہ اس کا کام ہے۔ کہ وہ ان کی شرارت اور دھوکے بازی کو انکریج (encourage) کرے۔ بجائے اس کے کہ ان کو نصیحت کرے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان کی تجارت وغیرہ بالکل تباہ ہو گئی۔ اور یورپ کی تجارتیں بڑھ گئیں۔ اب کہا یہ جاتا ہے کہ یورپ والوں نے سائنس کے ذریعہ سے ترقی کی ہے۔ حالانکہ سائنس تو آج نکلی ہے۔ اور ہماری تجارتیں سائنس کے نکلنے سے بھی سالہا سال پہلے خراب ہو چکی تھیں۔ پہلے ہاتھوں

سے ہی کپڑے بناتے تھے جیسے ہمارے ہاں کھڈیاں ہوتی ہیں۔ ان کے بھی کھڈیاں ہوتی تھیں لیکن ان کا کپڑا یہاں آ کے بکتا تھا۔ ہمارا نہیں بکتا تھا۔

اس کی وجہ یہی تھی

کہ وہ دیانت کے ساتھ کام کرتے تھے۔ ہم نہیں کرتے تھے۔ باقی رہا گولہ بارود۔ سو گولہ بارود ان کے ترقی کر جانے کے بہت بعد نکلا ہے۔ انہوں نے تو ترقی آج سے سات سو سال پہلے کی ہوئی تھی۔ اس وقت گولہ بارود تھا ہی نہیں۔ گولہ بارود پیچھے نکلا ہے۔ اور گولہ بارود پہلے مسلمانوں نے نکالا۔ پھر ادھر منتقل ہو گیا ہے۔ لیکن سمجھا یہی جاتا ہے کہ یورپ نے اپنی فوجوں اور گولہ بارود کے ذریعہ سے ترقی کرلی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں سے جب یورپ نے شکست کھائی۔ تو انہوں نے غور کیا کہ مسلمان کیوں جیتتا ہے مسلمان کے پاس گھوڑا ہے ہمارے پاس بھی گھوڑا ہے۔ اس کے پاس تلوار ہے۔ ہمارے پاس بھی تلوار ہے۔ مسلمان کے پاس فوج ہے ہمارے پاس بھی فوج ہے۔ پھر جیتتا کیوں ہے تو انہوں نے دیکھ لیا کہ

مسلمان کے اخلاق اعلیٰ ہیں

انہوں نے کہا چلو ہم بھی وہی اخلاق اختیار کریں پھر جیتیں گے۔ ادھر مسلمان جوں جوں بڑھتے گئے انہوں نے سمجھا ہماری فوج دس ہزار ہے ان کی فوج ایک ہزار ہے۔ ہم اعلیٰ ہیں فوج کی وجہ سے انہوں نے اخلاق کو نظر انداز کرنا شروع کر دیا۔ اور انہوں نے اخلاق کو بگاڑنا شروع کر دیا۔ چنانچہ تاریخ میں آتا ہے کہ ایک دفعہ جب اسلامی لشکر نے حملہ کیا تو بادشاہ نے ایک آدمی بھیجا کہ ذرا ان کے لشکر کا حال دیکھو اور جا کے اندازہ لگاؤ کہ ان کی کتنی طاقت ہے اس نے واپس آکر کہا کہ تم نہیں جیت سکتے۔ کیونکہ یہ لوگ دن کو لڑتے ہیں۔ اور رات کو کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ یہ جو ان کا کیریکٹر ہے کہ اپنے آپ کو انہوں نے اسلام میں محو کر دیا ہے۔ اور نماز اور روزے اور حج اور زکوٰۃ۔

یہ اسلام کے سارے کام

لڑائیوں میں بھی جاری ہیں یہ بتا رہے ہیں کہ ان کا کیریکٹر اعلیٰ ہے۔ تم

ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ چنانچہ یہی ہوا۔ تو یورپ کے لوگوں نے یہ سمجھ لیا۔ کہ ان کے اخلاق بالا ہیں۔ انہوں نے اخلاق میں نقل کرنی شروع کر دی۔ ہمارے آدمیوں نے آہستہ آہستہ یہ سمجھ لیا۔ کہ اپنی تعداد کی وجہ سے اور اپنے روپیہ کی وجہ سے اور اپنی فوجوں کی وجہ سے ہم جیتتے ہیں۔ تو جب فوج کے پیچھے اخلاق نہ رہے۔ تو اس نے لڑنا کیا تھا۔ اور جب تجارت کے پیچھے اخلاق نہ رہے۔ تو اس نے جیتنا کیا تھا۔ تجارتوں میں کھوٹ شروع ہوئے۔ جب کھوٹ شروع ہوئے۔ تو غیر ملکوں سے جو روپیہ آتا تھا۔ وہ وہاں سے آنا رک گیا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ تجارت بند ہونی شروع ہو گئی۔ اور آہستہ آہستہ ان کے سامان بکنے لگ گئے۔ اور ہمارے سامان بند ہونے شروع ہو گئے۔

ایک زمانہ وہ تھا۔ اور وہ بھی کوئی بہت دور کا زمانہ نہیں الزبتھ کا زمانہ ہے (جو ۱۵۵۸ء سے ۱۶۰۳ء تک تھا) میں سمجھتا ہوں شاید چار سو سال اس کو ہوئے ہیں

میں جب انگلستان میں گیا

تو میں نے خود برائٹن میں ایک عمارت بنی ہوئی دیکھی تھی۔ وہاں کی میونسپل کمیٹی نے ہمارے اعزاز میں ایک جلسہ کیا تھا۔ اور چونکہ وہ عمارت میونسپل کمیٹی کے چارج میں ہے۔ اس لئے انہوں نے وہ عمارت بھی ہمیں دکھائی۔ جب الزبتھ پر حملہ ہوا ہے۔ تو اس نے ترکوں کے بادشاہ کو لکھا۔ کہ میں ایک غریب عورت ہوں۔ اور کمزور ہوں۔ مجھ پر سپین والوں نے حملہ کیا ہے۔ مسلمان بڑے بہادر ہوتے ہیں۔ اور عورتوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ میں آپ سے درخواست کرتی ہوں۔ کہ آپ اپنی فوج بھیجیں۔ اور میری مدد کریں۔ چنانچہ ترک بادشاہ نے ایک جرنیل اور اس کے ساتھ کچھ اور بڑے افسر بھیجے۔ کہ جا کر جائزہ لو۔ کہ ہم اس کی کیا مدد کر سکتے ہیں۔ جب وہ وہاں پہنچے۔ تو چونکہ وہ اس کے بلاوے پر آئے تھے۔ اس نے ان کے لئے وہیں سے انجینئر بلوا کے

مسجد تعمیر کروا دی

مسجد کا خاص گنبد وغیرہ نہیں تھا۔ کمرہ بنا ہوا تھا۔ جب انہوں نے یہ عمارت ہمیں دکھائی تو ہم نے فوراً پہچان لیا۔ اس میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا تھا۔ وہ سمجھتے تھے۔ کہ یہ پھول بنے ہوئے ہیں۔ چنانچہ وہ کہنے لگے۔ دیکھئے کیسے اچھے پھول بنے ہیں۔ ہم نے کہا۔ یہ پھول نہیں۔ یہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا ہے۔ غرض اس پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔ گویا اس وقت یہ حالت تھی۔ کہ اسلامی شوکت اور اس کی طاقت کے مقابلہ میں یورپ کے لوگ بالکل زیر ہوتے تھے۔ الزبتھ جو اتنی مشہور رہی۔ اس نے ترکوں سے امداد کی درخواست کی تھی۔ لیکن بعد میں وہ زمانہ آیا۔ کہ کچھ بھی نہ رہا۔ انگریزوں نے اور امریکنوں نے اور دوسری قوموں نے ہر جگہ پر اس طرح مسلمانوں کے ملکوں پر قبضہ کیا۔ کہ کسی جگہ بھی ان کی کوئی عزت اور رتبہ باقی نہ رہا۔ ساری وجہ اس کی یہی تھی۔ کہ اخلاق نہ رہے۔

اصل بات یہ ہے

کہ دولت کی فراوانی ہمیشہ باہر سے آتی ہے یہ جو لوگ خیال کر لیتے ہیں۔ کہ دولت اندر سے پیدا ہوتی ہے۔ وہ غلطی کرتے ہیں۔ ایک حد تک قومی معیار دولت کا اندر سے پیدا ہوتا ہے۔ لیکن اس کے بعد جو دولت کی فراوانی ہوتی ہے۔ ہمیشہ باہر سے آتی ہے۔ دولت کے متعلق یہ نظریہ بالکل غلط ہے۔ جو آج کل کے کالجوں کے پڑھے ہوئے عام طور پر پیش کیا کرتے ہیں۔ کہ دولت کے متعلق کوشش کی جا رہی ہے۔ جیسا کہ یورپ والے اور اقتصادیات کے ماہر کر رہے ہیں۔ کہ ساری دنیا ایک سٹینڈرڈ پر ہو جائے۔ اور وہی ایک ہائر سٹینڈرڈ سب کو مل جائے۔ روس بھی یہی لوگوں کو دھوکا دے رہا ہے۔ امریکہ والے بھی یہی دھوکا دے رہے ہیں۔ انگریز بھی یہی دھوکا دے رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں ہم اپنی ڈیما کریسی سے ساری دنیا کو اونچا کر دیں گے۔ اور ایک معیار پر لے آئیں گے۔ روس والا کہتا ہے۔ ہم اپنے کمیونزم کے ساتھ سب کو اونچا کر دیں گے حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے۔ یہ ناممکن بات ہے۔ کہ ساری دنیا کا وہ معیار ہو سکے۔ جو کہ امریکہ کا ہے۔ ساری دنیا کا اگر ایک معیار کرنا ہوگا۔ تو امریکہ کو دس ڈگری نیچے گرانا ہوگا۔ پھر جا کے دنیا کا معیار ایک ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ترفہ کی جو ترقی ہے۔ اس کی اقتصادی لحاظ سے ایک حد ہوتی ہے۔

ایک دفعہ یہاں عالمگیر بنک جو یو این او نے بنایا ہے۔ (یونائیٹڈ نیشنز ایسوسی ایشن نے) ان کا

ایک بنکوں کا وفد

پاکستان اور ہندوستان کا معائنہ کرنے کے لئے آیا۔ ان میں سے ایک بڑا افسر مجھے بھی ملنے کے لئے آیا۔ اور مجھ سے اس کی باتیں ہوئیں۔ اب غالباً وہ اور بھی بڑے عہدہ پر ہو گیا ہے۔ اخباروں میں بعض دفعہ اس کا نام چھپا کرتا ہے۔ بہرحال جب اس کی باتیں ہوئیں۔ تو میں نے اس سے کہا۔ کہ آپ دورہ کیوں کر رہے ہیں۔ اس نے کہا ہم اس لئے دورہ کر رہے ہیں۔ کہ لوگوں کو یہ بتائیں۔ کہ امریکہ کا اور یونائیٹڈ نیشنز کا یہ فیصلہ ہے۔ کہ سارے غریب ملکوں کو اونچا کیا جائے۔ اور ان کی مالی مدد کی جائے۔ میں نے کہا۔ میں نے کتابوں میں پڑھا ہے۔ کہ آپ لوگ یہ کرنا چاہتے ہیں۔ کہ سارے ملکوں کا ایک معیار کر کے ہر ایک کی دولت کا معیار امریکہ اور انگلینڈ والا کر دیں۔ لیکن مجھے تو یہ بات بالکل جھوٹی نظر آتی ہے۔ جہاں تک میں نے اقتصادیات کا مطالعہ کیا ہے۔ یہ ناممکن ہے۔

بڑی بات تو یہی ہے

کہ خود یورپ کے جو مختلف ملک ہیں۔ ان کا ایک سٹینڈرڈ نہیں۔ اگر یہ سارے ایک سٹینڈرڈ پر آ سکتے۔ تو یورپ کے سارے کے سارے ملک انگلینڈ کے سٹینڈرڈ پر کیوں نہیں آ گئے۔ سپین کا وہ سٹینڈرڈ نہیں ہے۔ جو انگلستان کا ہے۔ اٹلی کا وہ سٹینڈرڈ نہیں ہے۔ جو انگلستان کا ہے۔ پولینڈ کا وہ سٹینڈرڈ نہیں ہے۔ جو انگلستان کا ہے۔ اور رومانیہ اور بلغاریہ اور یونان کا وہ سٹینڈرڈ نہیں جو انگلستان کا ہے۔ تو اگر یہ ممکن ہوتا۔ تو تمہارے گھر میں کیوں نہ ہوتا۔ پھر اگر ساری قومیں ایک سٹینڈرڈ پر آ سکتی ہیں۔ تو افراد بھی آ سکتے ہیں۔ کیا امریکہ کے سارے آدمی ایک سٹینڈرڈ پر آئے ہوئے ہیں۔ اگر امریکہ کے سارے آدمی اعلیٰ سٹینڈرڈ پر آ جائیں۔ تو پھر ہم مان سکتے ہیں۔ کہ اوروں کو بھی تم اعلیٰ سٹینڈرڈ پر لے جاؤ گے۔ تم یہ تو کر سکتے ہو۔ کہ امریکہ کو گرا کے کچھ نیچے لے آؤ فرض کر دو وہ

معیار معیشت کے لحاظ سے

سو نمبر پہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور ہم دو نمبر پر ہیں۔ اور تم یہ کرو۔ کہ امریکہ کو گرا کر چالیس پر لے آؤ۔ اور ہم کو اٹھا کر چالیس پر لے جاؤ۔ تو یہ تو ممکن ہے۔ لیکن یہ کہ امریکہ سو پر قائم رہے۔ اور تم ہم کو دو سے سو پر پہنچا دو۔ یہ ناممکن ہے۔ تم مجھے بتاؤ تو سہی۔ تم یہ کس طرح کر سکتے ہو وہ کہنے لگا میرا اپنا بھی خیال یہی ہے۔ یہ اقتصادیات والے جو باتیں کرتے ہیں غلط ہے۔ میں نے کہا۔ تو پھر تم کیا کوششیں کرتے پھرتے ہو۔ تمہاری اس کوشش کے صرف یہ معنے ہیں۔ کہ تم ہمارے ملک میں آ کر ہمیں خوش کرو۔ اور کہو کہ ہم تمہیں اونچا کرنا چاہتے ہیں۔ اور اصل میں تم بھی جانتے ہو۔ کہ تم اونچا نہیں کر سکتے۔ تم صرف اتنی مدد یہاں کر سکتے ہو۔ کہ ہمارے کئی سامان ایسے ہیں۔ جو ہمارے کام آ سکتے تھے۔ لیکن ہم نے وہ استعمال نہیں کئے۔ مثلاً ہماری زراعت زیادہ کپاس پیدا کر سکتی ہے۔ ہماری فصلیں زیادہ گندم پیدا کر سکتی ہیں۔ اسی طرح ہماری اور کئی چیزیں ہیں۔ جو ہم کوشش کر کے زیادہ اچھی کر سکتے ہیں۔ یا بعض چیزیں جو ہم باہر سے منگواتے ہیں۔ ان کے منگوانے کی ضرورت نہیں۔ ہم بغیر کسی زیادہ کوشش کے وہ یہیں پیدا کر سکتے ہیں۔ پس تم ان میں ہم کو اونچا کر دو۔ اور ہمارا معیار دو کی بجائے دس یا آٹھ کر دو۔ لیکن تم وہاں تو نہیں لے جا سکتے۔ جہاں امریکہ کے لوگ کھڑے ہیں۔

اس نے کہا یہ ٹھیک ہے۔ اور اس کو بھی

میرا نظریہ تسلیم کرنا پڑا

میں نے اسے کہا۔ تم امریکہ والے جو بڑھے ہو۔ تو ہمارے طفیل بڑھے ہو۔ اگر ہم اونچے ہو گئے۔ تو امریکہ کو نیچا ہونا پڑے گا۔ اگر چین اونچا ہو گیا۔ تو امریکہ کو نیچا ہونا پڑے گا۔ اگر انڈونیشیا اونچا ہو گیا۔ تو امریکہ کو نیچا ہونا پڑے گا۔ جب تک امریکہ اپنے مقام پر کھڑا رہتا ہے۔ ہم کبھی اس تک نہیں جا سکتے۔ بہرحال نیچے ہی رہیں گے۔ اب یہ جو دولت باہر سے آتی ہے یہ کیوں آتی ہے؟ یہ محض اخلاق کی وجہ سے آتی ہے۔ قومی تعصب لوگوں میں ہوتے ہیں۔ لیکن وہ ایک حد تک چلتے ہیں۔ آگے پھر رک جاتے ہیں۔ جب قومیں یہ دیکھ لیتی ہیں۔ کہ ہمارے آدمیوں کے اخلاق گرے ہوئے ہیں۔ اور وہ چیزوں میں کھوٹ ملاتے ہیں۔ لیکن جو باہر کے لوگ ہیں۔ وہ بہت اچھی چیزیں بناتے ہیں۔ تو ہمیشہ لوگ ان سے خریدنے لگ جاتے ہیں۔ اب مجھے عام شکایت یہ معلوم ہوئی ہے۔ کہ پاکستان میں

لوگوں کی یہ حالت ہے

کہ اگر انہیں پتہ لگ جائے۔ کہ یہ چیز پاکستان کی بنی ہوئی ہے۔ تو کہتے ہیں بس ہم نہیں لیتے۔ انگلستان کی بنی ہوئی چیز کے فوراً خریدار مل جاتے ہیں۔ گویا وہ اثر اب تک دلوں پر چلا جاتا ہے۔ کہ انگلستان اور امریکہ کی چیز اچھی ہوتی ہے۔ اور ان میں

دیانتداری

ہوتی ہے۔ اگر وہی دیانتداری تم کرنے لگ جاؤ۔ اور وہ دیانتداری تم منوا لو۔ کچھ دیر اس میں بے شک لگے گی۔ لیکن اگر تم لوگوں سے اپنی دیانتداری منوا لو۔ تو تمہاری وہی چیز بکنے لگ جائیگی۔ مثلاً ہندوستان ہے۔ اس نے یہ بات منوا لی ہے۔ چنانچہ اب ہندوستان میں سے جو آدمی آتے ہیں۔ ان سے میں نے پوچھا ہے۔ وہ کہتے ہیں یہ نام لے دو کہ امریکہ کی ہے۔ تو وہ فوراً چھوڑ دیتے ہیں۔ کہیں گے نہیں ہندوستانی لاؤ۔ کیونکہ اچھی سے اچھی چیزیں وہاں بننے لگ گئی ہیں۔ اور ان کے

معیار اعلیٰ ہو گئے ہیں

اور وہ سمجھتے ہیں۔ کہ ان کے اندر کھوٹ نہیں ہے۔ فریب نہیں ہے۔ اس وجہ سے ان کا کام خوب چل رہا ہے۔ تو اگر تم

دنیا میں عزت

حاصل کرنا چاہتے ہو۔ تو اپنے اخلاقی معیار بلند کرو۔ اگر اخلاقی معیار تم بلند نہیں کرو گے۔ تو دنیا میں تمہیں کوئی عزت نہیں ملے گی۔ ہمارے ہاں اکثر لوگ کہتے ہیں۔ کہ ہم غریب ہیں۔ میرے پاس عام طور پر لوگ آتے ہیں ملتے ہیں۔ اور کہتے ہیں بڑی مصیبت ہے۔ دعا کریں حالانکہ اصل سوال

۔۔۔ ہے کہ وہ اپنا معیار اخلاق کیوں نہیں بلند کرتے۔ یہ وہ زمین ہے جس کے متعلق جاپان میں گورنمنٹ پاکستان کے آدمی گئے تھے تو انہوں نے آکے رپورٹ کی کہ وہاں فی ایکڑ

دو ہزار روپیہ اوسط آمدن

ہے۔ ہمارے ہاں فی ایکڑ دس پندرہ بیس پچاس حد سے حد آمد ہے۔ مربع والی زمینوں میں سو دو سو ہے اس سے زیادہ نہیں اور وہ سو دو سو انتہائی اعلےٰ درجہ کی زمینوں کا ہے۔ لیکن وہاں انہوں نے بتایا کہ عام سٹینڈرڈ دو ہزار کا ہے اور تین ایکڑ فی خاندان ملا ہوا ہے۔ چھ ہزار روپیہ کماتے ہیں جو پانچ سو روپیہ مہینہ بنتا ہے اسی طرح اٹلی کے ہمارے ایک مبلغ تھے وہ آئے ہم نے مجبوری کی وجہ سے ان کو الگ کر دیا تھا کیونکہ ہمارے پاس خرچ نہیں تھا۔ ہم نے کہا تم نے دو سال کس طرح گذارے۔ انہوں نے کہا میرا خسر میری مدد کیا کرتا تھا۔ انہوں نے ایک انگریز لڑکی سے شادی کی ہوئی ہے۔ میں نے کہا تمہارے خسر کی کیا آمد ہے۔ کہنے لگے اب تو کوئی آمدن ان کی نہیں ہے مگر ان کا جو باپ تھا وہ وہاں انگریزوں کا قنصل تھا اور پھر وہ وہیں رہ گیا تھا۔ اس نے وہاں

چودہ ایکڑ زمین

خرید لی تھی۔ بیٹے پر اس کو کچھ اعتبار نہیں تھا اس نے وہ ساری زمین بیٹی کے نام کر دی۔ آگے بیٹی کے حالات کچھ ایسے اچھے ہو گئے کہ اس کو اس زمین کی آمدن کی چنداں ضرورت نہ رہی۔ اس نے اپنے بھائی کے ساتھ احسان کیا اور وہ چودہ ایکڑ زمین اس کو دے دی۔ اور اب وہ اس کے ذریعہ آپ بھی کھاتا ہے اور مجھے بھی دیتا ہے۔ میں نے کہا وہ خود کاشت کرتا ہے؟ کہنے لگا نہیں وہ زمین اس نے آگے تین مزارعوں کو دی ہوئی ہے۔ اب گو اٹلی کا معیار انگلینڈ سے کم ہے لیکن ہم سے تو پھر بھی تین چار گنے زیادہ ہی ہے۔ میں نے کہا تو اس معیار پر وہ تین مزارع کماتے ہیں پھر وہ اس کو دیتے ہیں۔ وہ آگے تم کو دیتا ہے کہنے لگا نہیں جی وہ اپنی بہن کو بھی بھیجتا ہے۔ میں نے کہا پھر تو بات اور زیادہ مشکل ہو گئی تمہاری آمدن کہاں سے ہوتی ہے۔ اس پر پھر میں نے لمبی جرح کی اور اس نے بتایا کہ اس اس طرح وہ محنت کرتے ہیں

پولٹری فارم

بھی انہوں نے بنایا ہوا ہے۔ ڈیری فارم بھی انہوں نے بنایا ہوا ہے اور شہد کی مکھیاں بھی رکھی ہوئی ہیں اور پھولوں کے پودے بھی رکھے ہوئے ہیں جن سے وہ پھول اگاتے ہیں اور پھل بھی رکھے ہوئے ہیں۔ غرض عجیب نقشہ اس نے بتایا کہ رات دن وہ لگے رہتے ہیں اور اس طرح ان کی آمدن ہوتی ہے۔ اس کے نتیجہ میں وہ اٹیلین معیار پر جو انگریزوں سے کم ہے لیکن ہم سے بہت زیادہ ہے آپ بھی گذارہ کرتا تھا۔ اس داماد کو بھی دیتا تھا۔ اپنی بہن کو

بھی بھیجتا تھا۔ اور تین مزارع بھی اسی میں گذارہ کرتے تھے۔ کوئی وجہ نہیں ہے کہ اگر ہمارے ملک کے لوگ محنت کریں تو ان کو دولت نہ ملے۔ لیکن یہاں تو یہ ہوتا ہے کہ سندھ میں ہماری کچھ زمینیں ہیں۔ پنجاب کی حالت تو پھر بھی اچھی ہے لیکن

وہاں یہ حالت ہے

کہ صبح کے وقت مالک کے نوکر زمینداروں کو کھینچ کھینچ کر اور ترلے کر کر کے اور منتیں کر کر کے اور بعض دفعہ دھمکیاں دے کر لاتے ہیں کہ چل کر ہل چلاؤ یا پانی دو اور اگر کسی فصل سے گند نکلتے ہیں اور پانی نظر آتا ہے اور ان سے پوچھا جاتا ہے کہ پانی کس طرح آگیا ہے۔ تو زمیندار کہتا ہے کسی نوکر سے کروا لیا کرو یا مجھ سے پیسے لے لیا کرو۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مجھ سے رات کو نہیں جاگا جاتا۔ اب بتاؤ جنہوں نے اس قسم کی محنت کرنی ہے انہوں نے کمانا کیا ہے اور انہوں نے کھانا کیا اور انہوں نے کھلانا کیا ہے۔ اگر تم واقعہ میں

صحیح محنت کرو

تو دنیا میں ایک ایکڑ پر لوگ ہزار دو ہزار روپیہ کماتے ہیں اور تم بھی کما سکتے ہو۔ تم اگر ہزار میں سے دو سو بھی کمانے لگ جاؤ تو تمہاری حالت بدل جائے۔ یہاں ہماری ہولڈنگ چھ سات ایکڑ کی ہے مگر ان ملکوں میں دو تین ایکڑ کی ہے۔ اگر

فرض کرو

ہزار روپیہ نہیں دو سو روپیہ بھی فی ایکڑ آ جائے تو بارہ سو ہو گیا۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ سو روپیہ مہینہ زمیندار کی آمد ہو گی اور سو روپیہ مہینہ انشورنس والے کو دس پندرہ سال کے بعد جا کر ملتا ہے۔ غرض تمہارے چندے بھی اس پر منحصر ہیں اور تمہاری اپنی حالت بھی اس پر منحصر ہے اور تمہاری اپنی خدمات بھی اور تمہاری قومی ترقی بھی اس پر منحصر ہے۔ اگر تم ان کاموں کو کرنے لگ جاؤ اور اپنی اخلاقی حالت درست کرو تو تم یقیناً دوسروں سے بڑھ جاتے ہو۔

اسی طرح پیشہ ور ہیں۔ اگر پیشہ ور محنت کے ساتھ کام کریں تو

میں سمجھتا ہوں

کوئی وجہ نہیں کہ دوسرے سب ڈاکٹروں کو چھوڑ کر لوگ احمدی ڈاکٹر کے پاس نہ آئیں۔ اگر اس کے اخلاق اچھے ہوں۔ اس کی قربانی زیادہ ہو۔ اس کی محنت زیادہ ہو تو لازمی طور پر لوگ دس رستے چھوڑ کر اس کے پاس پہنچیں گے۔ اسی طرح اگر ہمارا بیرسٹر اور ہمارا وکیل اچھا ہو گا تو لوگ لازمی طور پر اس کے پاس جائیں گے۔ مصیبت کے وقت لوگ ساری دشمنیاں بھول جاتے ہیں۔ ہمارے ایک وکیل دوست یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ ایک مقدمہ میں ہمارا ایک چوٹی کا مخالف ان کے پاس مشورہ کرنے کے لئے آتا تھا اور وہ سمجھتا تھا کہ یہی اچھے وکیل ہیں۔ پہلے اس نے اپنے دوستوں کو کہا بھی کہ اُن کے پاس کیوں جاتے ہو مجھے شرمندہ کرو گے۔ لیکن انہوں نے کہا نہیں یہی وکیل اچھے ہیں۔ چنانچہ وہ آپ بھی ان کے پاس آتا رہا اور مشورہ کرتا رہا۔ تو اگر تم اپنے

اخلاق کی درستی

کے لئے خاص طور پر توجہ کرو گے تو یقیناً تمہاری دینی اور دنیوی حالت اچھی ہو جائے گی۔ لیکن اگر یہ نہیں کرو گے تو تم دنیا کے مقابلہ میں جیت نہیں سکتے تم ایک نے چار چار ہزار کا مقابلہ کرنا ہے اور پھر مقابلہ بھی زبان سے کرنا ہے۔ دلیل سے کرنا ہے اور زبان اور دلیل کا مقابلہ اور بھی زیادہ مشکل ہوتا ہے۔ لٹھ کا تو پھر بھی مقابلہ ہو جاتا ہے کیونکہ لٹھ والا کبھی بھاگ کے بھی جان بچا لے گا۔ لیکن دلیل والا تو بھاگ سکتا ہی نہیں۔ اس کو تو بہرحال ٹھہرنا ہی پڑیگا اب دنیا کی آبادی دو ارب سے زیادہ ہے اور

دو ارب آبادی

میں اگر تم دو لاکھ ہو تو اس کے معنے یہ ہوئے کہ دنیا کے قریباً بارہ ہزار آدمی کے مقابلہ میں تمہارا ایک آدمی ہے۔ اور بارہ ہزار کے مقابلہ میں تم ایک نے کس طرح کام کرنا ہے۔ اگر تم قربانی نہیں کرتے اگر تم جان نہیں مارتے۔ لیکن اگر تم جان مار کے کام کرنا شروع کرو تو یقیناً سمجھو کہ خدا تعالےٰ کے سامان جو اس نے دنیا میں پیدا کئے ہیں ان سے کام لے کر زیادہ سے زیادہ پیداوار ہو سکتی ہے مثلاً قرآن شریف سے پتہ لگتا ہے کہ چار سو من گندم تک ایک ایکڑ میں پیدا ہو سکتی ہے۔ اگر فرض کرو تم قرآن کی اس تعلیم کو پورا کرو اور چار سو من تمہاری گندم ہو جائے تو سارے ملک کے زمینداروں سے تم بڑے ہو جاتے ہو یا نہیں ہو جاتے۔ ان کی اوسط ہے دس من۔ کسی کی تھوڑی ہے اور کسی کی بہت۔ لیکن تمہاری اوسط اگر چار سو من نکل آئے تو

اس کے معنے یہ ہیں

کہ چالیس گنے تمہاری آمدن بڑھ جاتی ہے اور چالیس گنے کے معنے یہ ہوئے کہ اگر تم دو لاکھ آدمی ہو تو اسی لاکھ ہو گئے۔ اسی لاکھ سے تمہاری پوزیشن کتنی بڑھ جاتی ہے۔ پھر اگر تمہارا ایک ایک آدمی بڑھے تو فوراً چالیس گنے بڑھ جاتا ہے اور سال میں اگر دو ہزار احمدی بنتا ہے تو اس کے معنے یہ ہیں کہ اسی ہزار آدمی بڑھ گیا۔

غرض اپنی محنت اور اپنی کوشش اور اپنی عقلمندی سے اور اپنی دیانتداری سے (کیونکہ دیانتداری کے اندر یہ ساری چیزیں شامل ہیں) تم کہیں سے کہیں پہنچ سکتے ہو۔ لیکن اگر تم دیانتداری نہ کرو تو پھر وہ مقابلہ جو تمہارے سامنے ہے وہ لمبا وقت لے گا۔ آخر تمہارا غلبہ ہو گا تو سہی لیکن تم نے نہ دیکھا اور تمہاری اولاد نے نہ دیکھا تو فائدہ کیا ہے۔

وہ ہے تو لطیفہ ہی۔ کئی دفعہ میں بیان کر چکا ہوں لیکن

حقیقت یہی ہے

کہ چاہے کسی کی اولاد بھی ہو اگر اس نے وہ چیز دیکھ لی اور ہم نے نہیں دیکھی تو کیا فائدہ۔ اگر موسیٰؑ کے باپ کے سامنے یہ رکھا جاتا کہ تمہارا بیٹا خدا کو دیکھے گا۔ تو چاہے بیٹے کا خدا کو دیکھنا بڑی بھاری قیمتی چیز ہے مگر یہ تو اس کے دل کو ضرور ٹھیس لگتی کہ میں نے نہیں دیکھا بیٹے نے دیکھا یا مجھے بھی دیکھنا چاہئے تھا۔

کہتے ہیں

کوئی بامذاق عالم تھا اس کو کسی نے تحفہ بھیجا۔ روزوں کے دن تھے۔ اس نے شربت اور مٹھائیاں اور حلوے وغیرہ بنا کے دو طشت نوکروں کے سروں پر رکھے اور افطاری کے لئے بھیج دیئے کوئی ہمسایہ آیا اور کہنے لگا۔ شیخ صاحب! شیخ صاحب آپ کو خوشخبری سناؤں دو آدمی میں نے رستہ میں دیکھے ہیں ان کے سر پر بڑے بڑے طباق رکھے ہوئے ہیں اور ان میں قسم قسم کے شربت اور حلوے اور مٹھائیاں اور کباب وغیرہ ہیں۔ وہ کہنے لگا مجھے کیا۔ اس نے کہا آپ کو کیا ہے وہ آپ ہی کے گھر کی طرف آ رہے تھے۔ وہ کہنے لگا تمہیں کیا تو

حقیقت یہ ہے

کہ کامیابی تو تمہیں ضرور ملنی ہے۔ یہ خدا نے کہا ہے لیکن پھر وہی بات ہو جائے گی کہ تم کہو گے مجھے کیا۔ تمہارے بیٹوں کو بھی اگر ملا تو تم کو تو نہیں ملا اگر تمہارے پوتوں کو ملا تو تمہارے بیٹوں کو اور تم کو تو نہیں ملا۔ اگر تمہارے پڑپوتوں کو ملا تو تم کو اور تمہارے بیٹوں کو اور تمہارے پوتوں کو تو نہیں ملا۔ تو چاہے تم کو ملے گا اور ضرور ملے گا۔ لیکن اگر وہ اگلی نسلوں پر چلا جائے۔ تو یقیناً اس کامیابی کا اگلی نسلوں پر چلا جانا تمہارے لئے افسردگی کا ہی موجب ہو سکتا ہے۔ تمہاری خوشی اتنی نہیں ہو سکتی جتنی کہ تمہارے ہاتھ سے ہوتی۔ موسےٰؑ کو بھی کنعان مل گیا۔ اور محمد رسول اللہ کو بھی مکہ مل گیا۔ مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں موسیٰؑ کی حیثیت کیا ہے۔ کنعان موسیٰؑ کی اولادوں کو جا کے ملا اور محمد رسول اللہؐ آپ مکہ میں داخل ہوئے دونوں کی خوشی کبھی ایک جیسی ہو سکتی ہے۔ اسی طرح تمہاری حالت ہو گی۔ اگر تم پوری طرح قربانیاں نہیں کرو گے تو تمہاری اولادوں کو تو یہ چیز مل جائے گی۔ لیکن یہ کہ تمہیں نہیں ملے گی تم اپنی موت کے وقت یہ خواہش کرو گے کہ کاش ہم بھی وہ دن دیکھ لیتے۔ جب اسلام دنیا پر غالب ہوتا اور چاہے اگلے جہان میں تم کو خدا یہ دکھا ہی دے موت کا جو افسوس ہے وہ بھی کوئی کم تکلیف دہ نہیں ہوتا وہ بھی ایک قسم کا ذبح ہونا ہی ہوتا ہے جب انسان مرتے وقت یہ خیال کرے کہ میں نے اپنے زمانہ میں یہ چیز نہیں دیکھی۔ بے شک کامل مومن کو اللہ تعالےٰ غیبی نظارے دکھا دیتا ہے۔ لیکن کامل مومن سارے تو نہیں ہوتے۔ اسی لئے مومن بعض دفعہ مرتے وقت مسکراتے یا ہنستے ہیں۔

اس کی وجہ یہی ہوتی ہے

کہ خدا تعالےٰ ان کو کامیابیوں کے نظارے دکھا دیتا ہے

اور مرنے سے پہلے ان کو خوش کر دیتا ہے۔ لیکن وہ تو کسی کسی کو نصیب ہوتی ہے۔ اگر ظاہر میں وہ چیز آئے گی تو تم میں سے کمزور کو بھی نظر آ جائیگی طاقتور کو بھی نظر آ جائے گی۔ چھوٹے کو بھی نظر آ جائے گی۔ بڑے کو بھی نظر آ جائے گی۔ بوڑھے کو بھی نظر آ جائے گی۔ جوان کو بھی نظر آ جائے گی۔ عورت کو بھی نظر آ جائے گی۔ بچے کو بھی نظر آ جائے گی۔ غرض تم اپنے اخلاق کی درستی اس طرح پر کرو اور اپنے آپ کو ایسا محنت کا عادی بناؤ کہ

تمہاری قربانیاں بڑھ جائیں

اور تمہاری ان چیزوں کو دیکھنے کے بعد آپ ہی آپ لوگ تمہاری طرف کھچے چلے آئیں۔ اگر اس طرح اخلاق سے کچھ تو باہر سے کھچے چلے آئیں گے اور کچھ تمہاری طاقتِ قربانی بڑھتی چلی جائیگی تو تمہارے کاموں میں اتنی سرعت پیدا ہو جائے گی کہ تھوڑے دنوں میں ہی وہ چیز جو اب تمہیں ناممکن نظر آتی ہے وہ ممکن نظر آنے لگ جائے گی۔

سیلاب زدگان کی امداد کیلئے احمدی ڈاکٹر فوری طور پر اپنی خدمات وقف کریں!

"مغربی پاکستان کے سیلاب زدہ علاقہ میں سیلاب زدگان کی امداد کے لئے جہاں کپڑوں اور خوراک کی ضرورت ہے، وہاں انہیں طبّی امداد کی بھی فوری ضرورت ہے۔ کیونکہ سیلاب زدہ علاقوں میں کثرت سے وبائی امراض کے پھوٹنے کا احتمال ہے۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے اس ضمن میں خواہش فرمائی ہے کہ سیلاب زدگان کی طبّی امداد کے لئے احمدی ڈاکٹر صاحبان فوری طور پر کم از کم دس دن کے لئے اپنی خدمات وقف کریں۔ لہذا تمام قائدین مجالس خدام الاحمدیہ کو توجہ دلائی جاتی ہے کہ وہ اپنے ہاں کے ڈاکٹر صاحبان کو حضور کی اس خواہش کی تعمیل کے لئے تحریک فرمائیں اور انہیں اس خدمت کے لئے تیار کر کے بذریعہ تار دفتر مرکزیہ میں اطلاع دیں تاکہ انہیں متاثرہ علاقوں میں بھجوایا جا سکے۔

امید ہے کہ احمدی ڈاکٹر صاحبان زیادہ سے زیادہ تعداد میں خدمتِ خلق کے لئے وقف کر کے عند اللہ ماجور ہوں گے"

نائب صدر خدام الاحمدیہ مرکزیہ

دعائے مغفرت

(۱) میرے والد پیر بشیر احمد صاحب ہاشمی ۱۷ اکتوبر بوقت ۴ بجے صبح اس جہان فانی سے رحلت فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم سلسلے کے ایک مخلص خادم تھے۔ مقامی جماعت کو بہت نقصان ہوا اور جماعت ایک مخلص کارکن سے محروم ہو گئی ہے۔ احباب ان کی بلندیٔ درجات کے لئے دعا فرمائیں۔ مرحوم کے دو لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں۔ احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ والدہ صاحبہ اور ہم بہن بھائیوں کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین

پیر نصیر الدین گولیکی ضلع گجرات

(۲) میری ہمشیرہ مسمّات سلطانہ تورقہ ۱۷ اکتوبر بروز پیر بعارضہ بخار اور ورم جگر اس دارفانی کو چھوڑ کر مولائے حقیقی سے جا ملی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ مخلص احمدی تھی۔ احباب مرحومہ کے بلندی درجات اور لواحقین کے لئے صبر جمیل کے لئے دعا فرمائیں۔ چھ ماہ کا بچہ مرحومہ کا یادگار ہے۔ احباب بچے کی درازی عمر اور خادم دین بننے کیلئے دعا فرمائیں۔

معین اختر ولد چوہدری فضل حق احمدی چک ۳۳/۳۳۲ ٹی ضلع ملتان

بقیہ صفحہ ۲ سے آگے

کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم ان زلزلوں سے امن میں رہو گے یا تم اپنی تدبیروں سے اپنے تئیں بچا سکتے ہو؟ ہرگز نہیں انسانی کاموں کا اس دن خاتمہ ہو گا۔ یہ مت خیال کرو کہ امریکہ وغیرہ میں زلزلے آئے اور تمہارا ملک ان سے محفوظ ہے۔ میں تو دیکھتا ہوں کہ شاید ان سے زیادہ مصیبت کا منہ دیکھو گے۔ اے یورپ تو بھی امن میں نہیں۔ اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں اور اے جزائر کے رہنے والو! کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔ وہ واحد یگانہ ایک مدت تک خاموش رہا۔ اور اس کی آنکھوں کے سامنے مکروہ کام کئے گئے۔ اور وہ چپ رہا مگر اب وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھلائے گا۔ جس کے کان سننے کے ہوں سنے کہ وہ وقت دور نہیں۔ میں نے کوشش کی کہ خدا کی امان کے نیچے سب کو جمع کروں پر ضرور تھا کہ تقدیر کے نوشتے پورے ہوتے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس ملک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے۔ نوح کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آ جائیگا۔ اور لوط کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لوگے۔ مگر خدا غضب میں دھیما ہے توبہ کرو تا تم پر رحم کیا جائے جو خدا کو چھوڑتا ہے وہ ایک کیڑا ہے نہ کہ آدمی۔ اور جو اس سے نہیں ڈرتا وہ مردہ ہے نہ کہ زندہ؟ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۵۶-۲۵۷)

دیکھنے والی بات یہ ہے کہ مولانا عبدالقادر صاحب حصاری آج اپنی آنکھوں سے دیکھ کر عذاب الٰہی کا جو نقشہ پیش کر رہے ہیں۔ ان سے بھی کہیں اصح نقشہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آج سے پچاس سال پہلے کھینچ کر ہماری آنکھوں کے سامنے رکھ دیا ہوا ہے اور جس نتیجہ پر اب عذاب الٰہی کو دیکھ کر وہ پہنچے ہیں۔ حضور اقدس علیہ السلام قبل ہی اسکو جن الفاظ میں بتا چکے ہیں۔ ایسا کلام اللہ تعالےٰ سے علم پانے کے بغیر کس طرح ہو سکتا ہے؟

ولا یحیطون بشیء من علمہ الا بما شاء

کیا قبل از وقت ایسی باتوں کی اطلاع دینے سے قرآن کریم کی وہ باتیں جو مولانا عبدالقادر صاحب حصاری نے پیش کی ہیں۔ صحیح ثابت نہیں ہوتیں۔ اس سے بڑھ کر قرآن کریم کی صداقت اور کیا ہو سکتی ہے۔ اور کیا یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اسلام کا خدا تعالےٰ اب بھی زندہ خدا تعالےٰ ہے۔ اور اسلام کا رسولؐ اب بھی زندہ رسول ہے اور اسلام کی الکتاب اب بھی زندہ الکتاب ہے۔

اشتراکیوں کے اسلحہ کا ذخیرہ

تہران یکم نومبر۔ اشتراکیوں کے ایران میں سب سے بڑے اسلحہ کے ذخیرہ کا پتہ چلا ہے۔ یہ ذخیرہ تہران کے ایک مکان کی دیوار کے قریب دفن کیا گیا تھا۔ فوجی گورنر جنرل بختیار نے یہ ذخیرہ اخبار نویسوں کو دکھاتے ہوئے کہا کہ یہ بم گذشتہ سال تیار کئے گئے ہیں۔ خیال کیا جاتا ہے۔ کہ ان میں سے بیشتر ایرانی فوج کے سٹوروں سے چرائے گئے ہیں۔

لیبیا سے فرانسیسی دستوں کا انخلا

تری پولی یکم نومبر لیبیا کے وزیر اعظم مصطفےٰ بن حلیم نے فرانسیسی سفیر سے ملاقات کے بعد بتایا کہ فرانس فیضان کی بولاک اور دستوان کی چوکیوں سے ۳۰ نومبر تک اپنی فوجیں ہٹا لے گا۔ یہ کارروائی اس معاہدہ کے تحت عمل میں آئے گی۔ جو گذشتہ اگست میں فرانس اور لیبیا کے مابین قرار پایا تھا۔

ایشیائی ممالک میں آزادی کی جدوجہد

نیویارک ۳۱ اکتوبر۔ ریاست نیویارک کے سابق گورنر تھامس ای ڈیوی نے جو حال ہی میں دنیا کا دورہ کرنے کے بعد یہاں پہنچے ہیں کہا ہے کہ ایشیا کے آزاد ممالک کسی غیر ملک کے تسلط سے آزاد اور خود مختار رہنے کا عزم صمیم کر چکے ہیں۔ اور ہونا بھی یہی چاہیئے۔ مسٹر ڈیوی ہیتو ڈور روز ویلٹ ایسوسی ایشن کے سالانہ عشائیہ میں تقریر کر رہے تھے جو ایک نجی انجمن ہے۔ مسٹر ڈیوی نے جو دو مرتبہ صدارتی انتخاب میں امیدوار رہ چکے ہیں کہا ہر طرح کی مشکلات اور ہر طرح کے ضروری سامان کے فقدان کے باوجود ایشیائی ممالک تیزی سے معاشرے کی جمہوری طرز حکومت کی ترقی کی طرف بڑھ رہے ہیں۔

ضلع شیخوپورہ کے سیلاب زدہ علاقوں میں مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ کی قابل تحسین مساعی

وسیع پیمانے پر ادویہ اور کپڑے تقسیم کرنے کے علاوہ ۳۱ کنوؤں میں جراثیم کش دوائی ڈالی گئی

مغربی پاکستان کے سیلاب زدہ علاقوں میں ربوہ اور دیگر علاقوں کی مقامی مجالس خدام الاحمدیہ کی طرف سے ریلیف کا کام پورے جذبہ و جوش کے ساتھ بدستور جاری ہے۔ ضلع شیخوپورہ کے سیلاب زدہ علاقہ میں مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ کی امدادی پارٹیوں نے ریلیف کے کام کو جس طور پر مسلسل جاری رکھا ہوا ہے۔ اس کی مختصر رپورٹ جو احمدیہ ریلیف کیمپ ضلع شیخوپورہ کے قائمقام انچارج مکرم فضل الٰہی صاحب انوری کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔ وہ ذیل میں شائع کی جا رہی ہے:۔

کیمپ نمبر ۱۔ ۲۴ اکتوبر

کیمپ نمبر ۱ قلعہ ستار شاہ میں منتقل ہونے کے بعد آج دو پارٹیاں مختلف ادویات تقسیم کرنے اور بیماروں کو طبی امداد پہنچانے کے سلسلہ میں روانہ کی گئیں۔ پہلی پارٹی کیچڑ اور پانی میں سے گذرتی ہوئی قلعہ ستار شاہ خورد و کلاں میں پہنچی۔ جہاں ملیریا۔ کھانسی زکام اور عام جسمانی کمزوری کے ۲۳ مریضوں کو ادویات بہم پہنچائی گئیں۔ علاوہ ازیں حفظ ما تقدم کے طور پر پیلوڈرین بھی تقسیم کی گئی۔

دوسرا گروپ موضع منڈھیالی پہنچا۔ وہاں بھی پیچش ملیریا اور کھانسی میں مبتلا ۱۹ مریضوں کو سلفاگوانا ڈین۔ پیلوڈرین اور سلفا میزاتھین کی گولیاں دی گئیں۔

آج کیمپ میں محترم ڈاکٹر غلام محمد صاحب جو اپنے کاروبار کو چھوڑ کر ریلیف سنٹر میں تشریف لائے ہوئے ہیں۔ تمام دن اپنی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ چنانچہ انہوں نے ۴۰ مختلف مریضوں کو دیکھا اور ان کو ادویات مہیا کیں۔

کیمپ نمبر ۱۔ ۲۵ اکتوبر

آج پھر ہماری دو پارٹیاں طبی امداد کے سلسلہ میں دیہات میں روانہ کی گئیں۔ چنانچہ پہلی پارٹی کیمپ سے چار میل دور چاہ کوٹ پنڈی داس میں پہنچی۔ اور مریضوں کو دیکھتی اور ادویات تقسیم کرتی ہوئی گگاں کا ڈیرہ پہنچی۔ وہاں سے کچا کوآں پہنچی۔ اور ۱۰ میل کا سفر طے کر کے واپس آگئی۔ اس دوران میں چالیس ملیریا۔ پیچش اور کھانسی وغیرہ کے مریضوں کو مناسب ادویات دی گئیں۔

دوسری پارٹی ڈیرہ عنایت اللہ اور ڈیرہ جلال سندھو میں پہنچی۔ اور تیس مریضوں میں پیلوڈرین اور وٹامن کی گولیاں تقسیم کرتی ہوئی واپس پہنچ گئی۔ آج دیہات کے ۷ مختلف کنوؤں میں جراثیم کش دوائی ڈالی گئی۔

کیمپ نمبر ۲۔ ۲۴ اکتوبر

آج ہماری دو پارٹیاں مختلف دیہات میں طبی امداد بہم پہنچانے اور پارچات تقسیم کرنے کی غرض سے روانہ کی گئیں۔ پہلی پارٹی مرزا عبدالشکور صاحب کی قیادت میں کیمپ سے تین میل دور موضع "بھٹیاں والا" سے ہوتی ہوئی "ٹلہو کے" پہنچی۔ اور ۷۰ مستحق دیہاتیوں میں پارچات تقسیم کئے۔

دوسری پارٹی منڈھیالی روانہ کی گئی۔ وہاں متعدد افراد میں ادویات تقسیم کی گئیں۔

آج صبح ہی موضع بھٹیاں والا سے اطلاع آئی کہ ایک شخص پیٹ درد سے شدید تکلیف میں مبتلا ہے۔ چنانچہ اسی وقت سلطان محمود صاحب انور کو روانہ کر دیا گیا۔ جنہوں نے مریض کا معائنہ کرنے کے بعد دوائی پلائی چنانچہ بفضل خدا اسے آدھ گھنٹے میں ہی آرام آگیا۔

کیمپ کا قریبی نلکہ خراب ہو جانے کی وجہ سے ہمارے دو خادم رشید احمد سرور اور احمد دین صاحب ڈیڑھ میل کے فاصلہ سے پانی لا کر مسافروں کو پلاتے رہے۔ کیمپ میں ۵۰ افراد میں خشک اشیاء خوردنی تقسیم کی گئیں

کیمپ نمبر ۲۔ ۲۵ اکتوبر

آج بھی کل کی طرح طبی امداد اور پارچات کی تقسیم کے سلسلہ میں ہماری متعدد پارٹیاں آس پاس کے دیہات میں پہنچیں۔ پہلی پارٹی "ذیشی کا ٹھٹہ" "اور جج کا ڈیرا" میں گئی۔ وہاں چالیس محتاج افراد کو پارچات دئے گئے اور ۲۰ مریضوں کو طبی امداد پہنچائی گئی۔

دوسری پارٹی نے موضع "بھٹیاں والا" اور "ٹلہو کے" جا کر ۱۰۲ بے کس افراد میں پارچات تقسیم کئے اور کیمپ نمبر ۲ کے طبی امداد کے انچارج محمد بشیر صاحب شاد نے ۲۵ مریضوں کو دیکھا اور انہیں ادویات دیں۔

آج بھی پانی کی قلت کے باوجود ہمارے نوجوان دور دور سے پانی لا کر مسافروں کو پلاتے رہے۔ سو سے زائد افراد کو پانی پلایا گیا۔ ۷ مسافروں کو کھانا اور ۳۰ کو خشک اشیاء خوردنی مہیا کی گئیں۔ ۱۵ مریضوں کو طبی امداد دی گئی۔

اس علاقہ میں سیلاب کی نمی کی وجہ سے اس سرد موسم میں بھی سانپ کثرت سے نکلتے رہتے ہیں چنانچہ ان دونوں میں پانچ خطرناک سانپ مارے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک سانپ کیمپ کے تنبو تک پہنچ چکا تھا۔ کہ فاروق احمد صاحب نے اسے ہلاک کر دیا۔

محترم ڈاکٹر غلام محمد صاحب آج بھی اپنی خدمات سرانجام دیتے رہے اور طبی پارٹیوں کو ادویات اور ہدایات دینے کے علاوہ کیمپ میں آنے والے متعدد مریضوں کو دیکھتے رہے

عرصہ زیر رپورٹ میں ہر دو کیمپوں سے ۳۰۰ سے زائد مریضوں کو طبی امداد پہنچائی گئی۔ اڑھائی سو افراد میں پارچات تقسیم کئے گئے۔ اسی افراد کو خشک اشیاء اور ڈیڑھ سو افراد کو پانی پلایا گیا۔

کیمپ نمبر ۱۔ ۲۶ اکتوبر

آج ہماری دو پارٹیاں گرد و نواح کے دیہات میں روانہ کی گئیں۔ پہلی پارٹی قلعہ ستار شاہ خورد اور ونڈیالہ سے ہوتی ہوئی پڈیالہ پہنچی۔ وہاں ۳۶ مختلف مریضوں کو ادویہ مہیا کی گئیں۔

دوسری پارٹی سندھو کے ڈیرے پہنچی جہاں چالیس افراد کو طبی امداد پہنچائی گئی اس کے علاوہ کیمپ میں آنے والے ۱۲ مریضوں کو بھی مناسب ادویات دی جاتی رہیں۔ چھ کنوؤں میں جراثیم کش دوائی ڈالی گئی۔

آج محترم جناب مولوی محمد احمد صاحب ثاقب انچارج کیمپ شیخوپورہ ربوہ سے یہاں کیمپ میں تشریف لے آئے

کیمپ نمبر ۱۔ ۲۷ اکتوبر۔ آج بھی ہماری دو پارٹیاں مختلف اطراف میں حسب دستور دوائیاں تقسیم کرنے کی غرض سے بھیجی گئیں۔ پہلی پارٹی کیمپ سے ۷ میل دور مسن کا پہنچی۔ یہ وہ قصبہ ہے جہاں آج تک کوئی طبی امداد نہیں پہنچی تھی۔ چنانچہ محمد بشیر صاحب شاد نے شام تک ایک سو سے زائد مریضوں کو ادویات دیں۔ دوسری پارٹی موضع پڈیالہ پہنچی۔ وہاں ۸۰ سے زائد افراد کو انسداد ہیضہ کے ٹیکے لگائے گئے اور متعدد مریضوں کو ادویات دی گئیں۔

کیمپ نمبر ۳ نارنگ ۲۵-۲۶ اکتوبر ۵۵ء

یہاں جو رضاکاران ماسٹر فضل داد صاحب کی قیادت میں سرکاری کارکنان کے ساتھ مل کر کام کر رہے ہیں۔ ان کے تین گروپ نارنگ منڈی کوٹ عبدالرحمٰن۔ کالا خطائی مغل والا۔ ٹھٹھ ابراں موضع شریفہ والا اور آدھیاں میں طبی امداد پہنچاتے رہے۔ چنانچہ انہوں نے تین سو کے قریب مریضوں کو ادویات دیں۔ ۲۶ افراد کو ٹیکے لگائے اور ۲۵ کنوؤں میں جراثیم کش دوائی ڈالی گئی۔ اس علاقہ کے لوگوں میں ہماری اس خدمت خلق کا خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت اچھا اثر ہے۔ نمبردار اور بعض دوسرے سرکردہ لوگوں نے ہمارے کام کو بہت سراہا ہے۔ اور بڑے اچھے ریمارکس دئیے ہیں۔ خود سیکٹر کے انچارج ڈاکٹر نے جو رائے پیش کی ہے ذیل میں اس کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے:۔

" خدام الاحمدیہ کے رضاکاروں نے طبی امداد کے سرکاری عملے کے ساتھ مل کر کالا خطائی کے سیلاب زدہ علاقے میں ۱۸ اکتوبر سے ۲۵ اکتوبر تک کام کیا ہے۔ کام بہت ہمت آزما اور مشقت طلب نوعیت کا تھا۔ رضاکاروں نے نہایت بلند ہمتی کے ساتھ ہنسی خوشی ریلیف کے کام کو سرانجام دیا۔"

بدستخط (اے۔ ایم۔ خاں)

میڈیکل آفیسر انچارج سیکٹر ۲۵؍۱۰؍۵۵